



انی
عبدہ ورسولہ

اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ جس بات کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو (یعنی از راہِ شرارت کہہ رہے ہو کہ اگر خدا کی طرف سے فیصلہ ہونے والا ہے تو کیوں نہیں ہو چکتا؟) تو، اگر وہ میرے اختیار میں ہوتا تو مجھ میں اور تم میں کب کا فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ (لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس نے ہر بات کی طرح اس کے لئے بھی خاص وقت ٹھہرا دیا ہے اور وہ ظلم کرنے والوں کی حالت اچھی طرح جاننے والا ہے) ان سے غافل نہیں ہے ——— (سورۃ الانعام آیت ۵۸)

۲، اگست ۱۹۸۵ء

۲/- روپے

احادیث الرسول

مولانا حمید الرحمٰن صاحب

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَآئِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَآءَ فِي الرَّخَاءِ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ مصائب میں اس کی دعا قبول کرے اسے چاہیے کہ خوشی کے دوران کثرت سے دعا کیا کرے

تشریح

ہر انسان پر دو طرح کے ادوار آتے ہیں — ایک خوشی کا دَور اور دوسرا غم کا دَور۔ ثانی الذکر چونکہ ایک بے تابی کی حالت ہوتی ہے انسان ایسی حالت میں اپنے بدترین دشمن کے سامنے بھی جھک جاتا ہے اور کبھی درختوں اور پتھروں کے سامنے جبینِ نیاز خم کرتا ہے اور کبھی قبروں اور درگاہوں کی پوجا پاٹ کرتا ہے اور جب کہیں سے کچھ بھی نہیں ملتا ہر طرف سے محرومی ہی محرومی ہوتی ہے تو بامرِ مجبوری خدا کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اول الذکر خوشی، آسائش، آرام و راحت کا دور ہوتا ہے اس میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ خدا کی نہ ماں باپ کی نہ خویش و اقارب کی بلکہ یہ اگر غریب ہوں تو ان سے نفرت کرتا ہے اور تصوّر و عقیدہ خدائی رکھنے والوں کو بُری اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی پرستش و عبادت کو احمقانہ فعل قرار دیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ غم اور پریشانی کے دَور میں تو ہر ایک خدا کو پکارتا ہے اب اگر مومن بھی ایسا کرے تو وہ کیسا مومن ہے اس میں اور کافر میں فرق کیا رہ جائے گا اس لیے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جس طرح غم کے دَور میں خدا کو کثرت سے پکارتے ہو اسی طرح خوشی کے دَور میں بھی اسے کثرت سے پکارو اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ دعا جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ شاہی طریقہ ہے کہ جو ملازم ہر وقت دربار میں حاضر رہے اس کی بات جلدی مانی جاتی ہے اور جو گاہ گاہ آئے حاضری دے اس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی بلکہ اسے نکال دیا جاتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک بادشاہ اور اس کے فرمان کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ ہی اس کی نگاہ میں بادشاہ کی کوئی قدر و منزلت ہے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں بھی یہی کیفیت ہے کہ جو اس کے فرامین کی تعمیل کرے اس کی دعا بھی زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۱ شمارہ ۳

بیاد
جانشینِ شیخ التفسیر امام الہدیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور
نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہٗ

مجلس ادارت
عبد الرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

بدل اشتراک

فی کاپی: -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۰۵ھ

نقطۂ نظر

اسلامی نظام

○ حکومت سے توقعات

○ دینی عناصر کے لئے چیلنج

○ جدوجہد کیلئے صف بندی کی ضرورت

سینیٹ کے عالم دین ممبر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا ہے کہ حکومت نے اسلامی نظام کے نفاذ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے جب کہ عوام نے غیر جماعتی نظام کو نہیں اسلامی نظامِ حیات کو ووٹ دئے تھے۔ مولانا سمیع الحق جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما ہیں اور ملک کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے ترجمان ہیں انہوں نے جو کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ موجودہ منتخب غیر جماعتی حکومت جواب اپنے لئے جماعتی لبادہ تلاش کر رہی ہے۔ اس نے حتی الامکان تمامتر توجہات اپنے وجود کی بقاء کو یقینی بنانے پر صرف کر رکھی ہیں۔ کمیٹیاں بن رہی ہیں اور کمیٹیوں کی رپورٹوں پر غور کرنے کے لئے اجلاس بلائے جا رہے ہیں۔ صدر مملکت اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ میں ناکام رہے ہیں حالانکہ ریفرنڈم میں انہوں نے قوم سے اعتماد کا ووٹ ہی اس وعدے پر لیا تھا کہ وہ اسلامی نظام نافذ کریں گے۔ اب اُن کے ہاتھ میں مارشل لاء کا ڈنڈا

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور۔ مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

بھی ہے اور منتخب عوامی نمائندوں کی طاقت بھی، وہ پھر بھی اسلامی نظام نافذ نہیں کر سکتے تو سیاسی کمیٹی کی رپورٹ پر عمل در آمد یا سیاسی جماعتوں کی بحالی کے بعد کس چھو منتر کے ذریعہ قوم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر پائیں گے قومی اسمبلی کے ایک رکن حاجی سیف اللہ نے مژدہ سنایا ہے کہ مارشل لاء کے خاتمے سے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ وزیر عدل جناب اقبال احمد خان نے قوم کو تسلی دی ہے کہ ۲۹ رکنی کمیٹی کی رپورٹ قومی اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں پیش ہو گی اگر اسے منظور کر لیا گیا تو وزارت انصاف اسمبلی کے کہنے پر ایک مسودہ قانون تیار کرے گی جسے قومی اسمبلی میں منظوری کے بعد سینٹ میں پیش کیا جائے گا اور پھر آئین کی رو سے دیگر کارروائیاں کی جائیں گی۔ لوگ کہتے ہیں۔ اب دیکھئے!

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

مگر یہ سرگرمیاں اور مساعی جیلہ تو اس سیاسی ڈھانچے کے لئے ہیں جس میں اتر کر موجودہ منتخب عوامی حکومت کی روح اطمینان کے چار دن گذار سکے۔ جہاں تک اسلامی نظامِ حیات کے نفاذ کا مسئلہ ہے ہمیں تو اس بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہے یہ مسئلہ اڑتیس سال سے اجلاسوں، قراردادوں مطالبوں اور اپیلوں سے تو حل نہ ہو سکا۔ آج جبکہ صدر ضیاء الحق اسلام کے مقدس نام کا سہارا لے کر آٹھ سال حکومت کر چکے ہیں۔ مغرب زدہ بے دین سیاسی پھندر قوم کو سیکولر سیاست کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ کاروباری صحافت کے چلیبتڑے نوجوان نسل کو ملکی اور غیر ملکی فلمی اداکاروں کی روزانہ بیس بیس خبریں اور جنسی ہیجان خیز تصاویر پہنچا کر ان کی سوچ اور عمل کے دھارے تبدیل کر رہے ہیں۔ غیر ملکی سرپرستی میں چلنے والی فرقہ پرست متشدد اور دہشت گرد تنظیمیں پوری طرح منظم ہو چکی ہیں اور ارباب اقتدار فتنہ و فساد برپا کرنے والوں سے مصالحانہ رویہ اختیار کرنے میں اپنی عافیت خیال کرتے ہیں۔ تو کیا اب اسلام کی مظلومیت میں کوئی کمی آ جائے گی؟ تمام شعبوں میں دینی اقدار کی بالادستی اور پورے ملک پر قرآن و سنت کا راج آناً فاناً قائم ہو جائیگا؟ نہیں، نہیں۔ قطعاً نہیں ہمیں اب کسی خوش [illegible] میں نہیں رہنا چاہیئے۔ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا۔

سینٹ کے فاضل رکن مولانا سمیع الحق صاحب نے بتایا ہے کہ اسلامی نظام کے بارے میں پیش کیا جانے والا بل جونہی سلیکٹ کمیٹی سے واپس ہو کر منظوری کے لئے سینٹ میں پیش ہو گا۔ توقع ہے کہ تمام ارکان اسے منظور کر لیں گے مگر مولانا سمیع الحق نے یہ بھی فرمایا کہ اگر بعض عناصر نے اس بل کو نظر انداز کیا تو ہم سینٹ کے اندر اور باہر عوامی محاذ پر اس اقدام کے خلاف بھرپور جنگ لڑیں گے۔ لیکن ہم جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما اور دین کا درد رکھنے والے تمام مسلمانوں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ سینٹ آف پاکستان اسلامی نظام کا بل منظور کرے یا نامنظور آپ کو اب بہرحال عوامی محاذ پر جنگ لڑنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے ــــ یہ جنگ اڑتیس سالہ ناانصافیوں کے خلاف دھوکہ باز اور وعدہ شکن ارباب سیاست کے خلاف، اقتدار کی مصلحت آرائیوں اور منافقت کے خلاف، سود خور سرمایہ داروں اور دین کی آڑ میں سیاسی شعبدہ بازوں کے گرو گھنٹالوں کے خلاف، وطن پاک میں غیر ملکی اشاروں پر فساد،

خونریزی، بے چینی اور لاقانونیت کا طوفان بدتمیزی برپا کرنے والے بزدلوں کے خلاف صبر، عزم اور تدبّر کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر لڑی جائے گی۔ مولانا سمیع الحق ایسے بلند نگاہ اور روشن فکر قومی و دینی رہنماؤں کی قیادت میں فرزندانِ توحید و سنّت یہ مقدس جنگ لڑیں گے اور کامیاب ہوں گے انشاء اللہ تعالےٰ ــــ

پھر فضا فرعونیت پہ تنگ ہونی چاہیئے
امن عالم کے لئے اک جنگ ہونی چاہیئے

کوئٹہ کا خوں ریز سانحہ

آٹھ سو افراد رہا اور ۲۳۱ ایرانی ایران کے سپرد

مقتولین کے خون کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

نہ چاہنے کے باوجود ہم ان کالموں میں پہلے بھی بعض اہلِ تشیع کے جارحانہ رویّہ اور فقہ جعفریہ کی تحریک والوں کے پس منظر اور پیش منظر کے بارے میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں، مگر اربابِ اقتدار کی اپنی مصلحتیں ہیں جو صورتِ حال کو پیچیدہ اور کشیدہ سے کشیدہ تر بنانے میں برابر مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔

۶ جولائی کو پشاور، لاہور اور کوئٹہ میں مسلح مظاہرین نے کھلے عام سرزمینِ پاکستان پر لاقانونیت کا ارتکاب کیا وہ ڈھکی چھپی کہانی نہیں ہے۔ وزیر داخلہ کے بقول کوئٹہ میں ۹ پولیس والوں سمیت ۲۲ افراد قتل کر دیے گئے۔ ۳۹ زخمی ہوئے۔ مرکزی وزیر میر ظفر اللہ جمالی نے کہا کہ ہنگامے سے ایک روز پہلے غیر ملکی عناصر بھی کوئٹہ میں دیکھے گئے مگر بعد میں پکڑے بھی گئے۔ دو چار یا سات آٹھ نہیں پورے ۲۳۱ اور سب کے سب ایرانی۔ اطلاعات کے مطابق خصوصی تفتیشی ٹیم نے معلوم کیا کہ ان کا تعلق ایران سے ہے اور پھر آئی۔ جی جیل خانہ جات ظفر اللہ خان نے بحفاظت انہیں این۔ ایل۔ سی کے ٹرکوں میں ضلع کوئٹہ سے تفتان پہنچایا جہاں سے انہیں ایران کے سپرد کر دیا گیا۔

یہ لوگ پاکستان کیوں بھیجے گئے تھے؟ تحریک فقہ جعفریہ والوں کے ساتھ مل کر انہوں نے پاکستان میں ہنگامہ آرائی کیوں کی؟ انہوں نے کن کن جرائم کا ارتکاب کیا؟ وہ اپنے ساتھ ایران سے کیا کچھ لائے، اسلحہ، روپیہ، افکار، اگر وہ بے گناہ تھے، انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو انتظامیہ نے ان کو کس خوشی میں گرفتار کیا، اگر لاقانونیت کے ارتکاب اور بے گناہوں کے قتل و جراحت اور املاک کو جلانے لوٹنے نقصان پہنچانے میں انہوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا تو انہیں چھوڑا کیوں گیا۔ بھارت سے اپنے ملک کا ہوائی جہاز اغوا کر کے لانے والوں پر جب ہم اپنے ملک میں مقدمہ چلانا ضروری سمجھتے ہیں اور بین الاقوامی قوانین ہمیں حق دیتے ہیں کہ جو غیر ملکی ہماری سرزمین پر دہشت گردی اور فتنہ افشانی کرتا ہے، ہماری عدالت اسے قرار واقعی سزا دے تو ۲۳۱ ملزمول کو فیصلے اور سزا کے بغیر واپس کیوں کر دیا گیا؟ وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو نے اعلان کیا تھا کہ کوئٹہ کے واقعات میں اگر انتظامیہ کے افراد ملوث ہوئے انہیں بھی معاف

نہیں کیا جائے گا مگر شاید یہ بیان صرف عوام کا اضطراب کم کرنے کے لیے تھا کیونکہ بعد میں آٹھ سو کے قریب دیگر گرفتار شدگان کو بھی رہا کر دیا گیا اور فقہ جعفریہ کے لیڈروں کو اطمینان دلایا گیا کہ اب صرف وہ افراد حراست میں رہ گئے ہیں .... جن سے واقعات کے سلسلہ میں پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔ جب کہ کوئٹہ میں بے گناہ انسانوں کے قاتلوں کی سفاکی کا عالم یہ ہے کہ ۶ جولائی کے بعد ۹ جولائی کو پھر بعض افراد نے گاڑیاں دوڑاتے ہوئے مختلف علاقوں میں اندھا دھند فائرنگ کی۔ ایک شخص کے قدموں پر فائر کئے پھر اس کے جسم پر چاقوؤں اور بلیڈوں سے زخم لگائے گئے وہ تڑپتا اور چیختا رہا اسے بر سرِ عام چوک میں ڈال دیا گیا بالآخر وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ ایک اور شخص کی گردن استرے سے کاٹ دی گئی۔ اور اس کے سر کا فٹ بال کھیلا گیا۔ میزان چوک اور نیو اڈہ پر فائرنگ کرنے والی گاڑیوں نے دو کمسن بچوں کو بھی کچل دیا۔

کیا یہ واقعات تحریک فقہ جعفریہ کے جلوس کے نتیجہ میں نہیں ہوئے؟ مگر حکومت کمال "رواداری" کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور تحریک کے لیڈروں کو خوش رکھنے کے لئے ان سے اپیلیں کر رہی ہے نیز ان سے مذاکرات بھی کر رہی ہے۔

وزیر داخلہ نے سینٹ میں کہا تھا کہ تحریک فقہ جعفریہ مذہبی نہیں سیاسی تحریک ہے اور وہ غیر ملکی اشاروں پر کام کر رہی ہے۔ مگر ۲۳۱ غیر ملکی افراد کا پکڑے جانا۔ کیا صرف اشارے ہیں اور کیا غیر ملکی ایجنٹوں سے بھی مذاکرات کئے جاتے ہیں؟ کیا ایسا تو نہیں کہ اربابِ حکومت صرف اقتدار کی طوالت کی حد تک دلچسپی رکھتے ہیں۔ باقی انہیں ملکی امن و امان یا مذہبی اور سیاسی ہم آہنگی سے کوئی خاص سروکار نہیں ہے؟

ٹرک بھی کوئٹہ میں اس دوران پکڑے گئے۔ گرفتار شدگان رہا کر دئے گئے اور متاثرین کو معاوضہ کی ادائیگی میں بھی بڑی "ایمانداری" کا برتاؤ ہوگا۔ اور تحریک فقہ جعفریہ اپنے سرپرست ایرانی حکام کے اشارے اور مدد سے مزید خدمات انجام دینے کے لئے مستعد رہے گی۔ ہمارا سوال صرف اتنا ہے کہ کوئٹہ کے بے گناہ مقتولین کا قاتل تو بتایا جائے کون ہے؟ تحریک فقہ جعفریہ کے لیڈر؟ ہماری اپنی کوئٹہ کی انتظامیہ؟ بلوچستان کی صوبائی حکومت؟ یا حکومتِ ایران؟

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
کہ سارے شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

انصاری

ٹھیک ہے اسلحہ کے چار

حضرت علامہ عبد الستار تونسوی کی مولانا میاں محمد اجمل قادری سے ملاقات

لاہور ۔ ۲۸ جولائی ۔ پاکستان سنی متحدہ محاذ کے کنوینر اور تنظیم اہلسنت پاکستان کے سربراہ حضرت مولانا علامہ عبد الستار تونسوی نے آج قبل از دوپہر انجمن خدام الدین کے سربراہ مولانا میاں محمد اجمل قادری سے ملاقات کی اور اہلِ تشیع کی جانب سے ناروا مطالبات اور پر تشدد مظاہروں سے پیدا ہونے والی ناخوشگوار صورت حال کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔ اس موقع پر ایڈیٹر خدام الدین مولانا عبد الرشید انصاری، مولانا عبد الرؤف ربانی اور مولانا حمید الرحمٰن عباسی بھی موجود تھے۔ بعد میں حضرات علماء کرام



عزت اور بڑائی کا معیار دولت اور سرداری نہیں ایمان اور تقویٰ ہے

اہلِ حق قوم کی رہنمائی کا فریضہ ادا کریں!

اقتدار اور قیادت کی باگ ڈور دنیا پرستوں کے ہاتھ میں ہے سیاہ طوفانی گھٹائیں چھا چکی ہیں۔ وقت کی رفتار بہت تیز ہو گئی ہے۔ دینی قوتیں مجتمع ہو کر حالات کا چیلنج قبول کر لیں

قرآنی تعلیمات اور حضورؐ کے فیضِ صحبت سے صحابہ کرامؓ کی باعمل انقلابی جماعت تیار ہوئی تھی۔

جامع مسجد شیرانوالہ میں جانشینِ امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری کا خطاب

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ — الیٰ — ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورہ الانعام آیت ۵۲ تا ۵۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں۔ جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں (اے پیغمبرؐ!) انہیں اپنے سے دور نہ ہٹائیے۔ آپ کے ذمہ ان کا کوئی حساب نہیں ہے اور نہ ان کے ذمہ آپ کا کوئی حساب ہے اگر انہیں اپنے سے دور ہٹا دیا تو آپ زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے تاکہ یہ (متکبر و منکر لوگ کہیں۔ کہ غریب اہل ایمان کے بارے میں) کہیں کیا یہی ہیں ہم میں سے جن پر اللہ نے فضل کیا ہے (کوئی ان سے پوچھے) کیا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گذار بندوں کو جاننے والا نہیں ہے۔ اور (اے پیغمبرؐ!) ہماری آیتوں کے ماننے والے جب تیرے پاس آئیں تو کہئے سلام ہو تم پر تمہارے رب نے (تمہارے لئے) اپنے اوپر رحمت لازم کی ہے (اگر) تم میں سے کوئی ناواقفی کے باعث کوئی برائی کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرات گرامی! بے انتہا حمد و توصیف ہے اپنے پروردگار عالم کی جس نے ہمیں دولت ایمان عطا فرمائی اور کفر کی تاریکیوں تباہ کاریوں میں برباد ہونے سے بچایا اور ان گنت درود و سلام اس رحمتِ دو عالمؐ پر جو پیغمبر انقلاب اور کافۃً للناس ہیں انہیں جو معاون و جاں نثار

صحابہؓ ملے وہ بھی انقلابی جماعت تھی اور آپؐ پر نازل ہونے والا یہ قرآن مجید بھی کتاب انقلاب ہے۔ اس کتاب انقلاب کی تعلیمات اور پیغمبر انقلاب کی صحبت و تربیت سے جو باعمل انقلابی جماعت تیار ہوئی وہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی جماعت ہے۔ شروع شروع میں ظالموں اور متکبروں نے اہل اسلام پر مظالم کے پہاڑ یہ سمجھ کر توڑے اور ان پر عرصۂ حیات اس لئے تنگ کئے رکھا کہ یہ چند افراد تھے اور ان میں بھی غلاموں اور غریب الوطنوں کی ایک غالب تعداد تھی دولت و اقتدار کے نشہ میں بدمست دشمنانِ حق کا خیال تھا۔ یہ لوگ اپنی مفلسی اور مجبوریوں کی موت آپ مرجائیں گے اور ان کا دین بھی ان کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا۔ انہیں یہ قطعاً اندازہ نہ تھا کہ بھاری پتھروں کے نیچے تپتی ہوئی ریت پر درد و کرب میں بھی احد احد کا ذکر کرنے والوں کی عظمتیں خاک سے افلاک پر جا پہنچیں گی اور کبر و غرور کی ہر گردن کو ان کے سامنے خم ہونا پڑے گا اور خدا کی رحمتیں ہر مرحلے میں ان کی مددگار ہوں گی۔ اور وہ مقبول بارگاہ الٰہی بن جائیں گے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ لکھتے ہیں :-

"جب یہ ادنٰی درجے کے لوگ تعلیم قرآن حاصل کر جائیں گے اور عزت کے مرتبے پائیں گے تو خاندانی وجاہت والے آدمی ان پر تمسخر اڑائیں گے اس وقت انہیں علم ہو گا کہ قرآن کی تعلیم کے یہ نتائج ہیں کہ ادنٰی آدمی بھی اسی کی برکت سے خدا کے بڑے بڑے مقرب بن جاتے ہیں ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

ایمان بہت بڑی نعمت ہے

یہ وہ دولت ہے جس کا بدل پوری کائنات میں کہیں نہیں ہے مگر دنیا دار اپنے روپے پیسے کو دیکھتے ہیں جو انہوں نے خصوصاً چالاکیوں اور عیاریوں سے جمع کر لیا ہے۔ نیکی اور ایمان کی جانب ان کی توجہ مبذول ہی نہیں ہوتی۔ اسی لئے وہ غریب اور مفلوک الحال لوگ جو اقلیم ایمان و ورع کے تاجدار ہیں۔ دنیا دار انہیں فضول و بیکار خیال کرتے ہیں۔ اور دین کی بات بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر سننے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو پوری کائنات کے لئے ہدایت کا نور مجسم ہیں۔ آپؐ کی ہر وقت یہی تمنا اور آرزو رہتی تھی کہ اللہ تعالٰی کی توحید کا پیغام خدا کے ہر بندے تک پہنچا دیں۔ چہ جائیکہ خود کوئی آکر آپ کی بات سن لینے پر آمادگی ظاہر کر دے۔ مکہ کے بعض سرمایہ دار کافروں نے کہا تھا کہ اگر ان مفلس و نادار لوگوں کے ساتھ نہ بٹھایا جائے تو ہم دین کی بات سننے کے لئے تیار ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کو ہر قیمت پر اسلام کا مفاد عزیز تھا اس لئے شاید خیال فرمایا ہو گا کہ یہ صحابہؓ دل و جان سے میرے ہیں میں ان کا ہوں۔ اسلام کا مفاد جیسے مجھے ویسے ہی انہیں عزیز ہے۔ اس لیے تھوڑی دیر کے لیے وہ اُٹھ کر میرے پاس سے چلے جائیں گے تو ان کا کچھ نقصان نہ ہو گا مگر دین کی بات یہ بڑے لوگ بھی سُن لیں گے۔ شاید ان میں سے کوئی ایمان قبول کر لے۔ مگر اللہ تعالٰی نے فرمایا نہیں میرے حبیبؐ ایسا کرنا مناسب اور قرینِ انصاف نہیں ہے۔ کوئی بھی بڑا چھوٹا، سرمایہ دار ہو یا دولت مند و اقتدار کا مالک آپ کی بات سُنیں یا نہ سُنیں مگر ان غریبوں، مفلسوں اور دین کے متوالوں

کو ان کے لیے اپنے پاس سے نہ اٹھائیے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ یہ آیت وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ الخ ہم چھ آدمیوں کے حق میں اُتری ہے یعنی سعدؓ اور ابن مسعودؓ، صہیبؓ اور بلالؓ، عمارؓ اور مقدادؓ کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو قریب ہو کر بیٹھتے اور باتیں سنتے۔ کفار قریش کو یہ بات ناگوار ہوئی تو انہوں نے آپؐ سے کہا کہ ہمارا دل آپ کی باتیں سننے کو چاہتا ہے لیکن ہم کو ان غلاموں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے پس جب ہم آپ کے پاس آیا کریں اُن کو اُٹھا دیا کیجئے اور جب چلے جایا کریں تو پھر آپ کو اختیار ہے اُن کو اپنے پاس بٹھا لیا کریں۔ آپ نے اس بات کو مان لیا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اس مضمون کی ایک تحریر لکھ دیجئے۔ آپؐ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو لکھنے کے لیے بُلایا۔ اتنے میں حضرت جبرائیلؑ یہ آیت لے کر آئے کہ گو طالبانِ حق غریب ہیں لیکن ان کی خاطر مقدّم رکھنی چاہیئے۔ تب آپؐ ہماری بہت خاطر کرنے لگے۔

حضرات محترم ! یہ وہی غریب صحابہؓ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں سے اللہ کے سوا ہر شے کی محبّت نکال دی تھی۔ وہ ہر وقت چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، کاروبارِ حیات میں مشغول ہوں یا اپنے رب کی عبادت میں مصروف اللہ کی رحمت پر نظر رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ عبادت اس یقین کے ساتھ کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضورِ قلب کی یہ کیفیت حاصل کرنے کے لیے آج ہمارے لیے ذکرِ الٰہی کے اسباق یاد کرنا اور منازلِ سلوک طے کرنا ضروری ہے مگر حضراتِ صحابہ کرامؓ کو حضورؐ اکرم کی خدمت میں بیٹھنے اور صرف آپؐ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کر لینے سے یہ نعمتِ عظمٰی حاصل ہو جایا کرتی تھی اور وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ صحابہ کرامؓ جو مصیبتوں اور تنگیوں کے دَور میں ایمان لائے وہ جہدِ عمل کی راہوں میں بھی سب سے آگے رہے۔ بارگاہِ نبوّت میں جو نوازشیں اُن پر تھیں کوئی دوسرا اُن کا مستحق قرار نہ پایا اور اللہ نے بھی اُن کی غربت و افلاس کو سرداروں اور رئیسوں کے مقابلے میں عظیم تر قرار دیا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ بڑے لوگوں کے ایمان کی لالچ میں ان غریبوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے سے دُور نہ ہٹانا کیونکہ انہوں نے تو اپنا سب کچھ لُٹا کر ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے سر پر اٹھا لیا ہے۔ اس کے باوجود وہ صبح و شام اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں۔ اُس کو یاد کرتے ہیں اور اسی کی خوشنودی چاہتے ہیں اور دولتمند لوگ ابھی سوچ رہے ہیں۔

عہدِ فاروقی میں ایک مرتبہ یکے بعد دیگرے امیرالمؤمنینؓ سے لوگ ملاقات کر رہے تھے۔ قریشی سردار بھی ملاقات کے منتظر تھے مگر اتفاقاً حضرت صہیب رومیؓ، حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت عمارؓ وغیرہ بھی تشریف فرما تھے۔ یہ حضرات آزاد شدہ غلام تھے مگر ایمان کے اعتبار سے دوسروں پر سبقت رکھتے تھے۔ مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اوّل انہی لوگوں کو بلایا اور سردارانِ قریش باہر بیٹھے رہے۔ حضرت ابوسفیانؓ جو مسلمان ہونے سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں تمام قریش کے سردار رہے تھے۔

ان کو یہ امر سخت ناگوار گذرا اور ساتھیوں سے خطاب کر کے کہا۔ کیا خدا کی قدرت ہے غلاموں کو دربار میں جانے کی تو اجازت ملتی ہے اور ہم لوگ باہر بیٹھے انتظار کر رہے ہیں مگر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے رفقاء ہی سے ایک شخص نے کہا بھائیو! آج ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نہیں اپنی شکایت کرنی چاہیئے۔

اسلام نے سب کو ایک آواز سے بلایا تھا مگر جو اپنی شامت اور اپنی مرضی سے پیچھے پہنچے وہ آج بھی پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔ بزرگانِ گرامی! یہ ہے قدردانی اور حق پسندی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ کے ہاں زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ جلال سے علم پا کر معلم کتاب وحکمت حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے امت کو یہی تعلیم دی کہ عزت اور بڑائی کا معیار دولت اور سرداری نہیں، ایمان اور تقوےٰ ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضہ بھی سلام کے اسی انقلاب آفریں اصول پر کاربند رہے۔ جانشینِ پیغمبر خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے بعد حضرت عمر فاروق رضہ کو خلیفہ نامزد کیا تو لوگوں میں باتیں شروع ہو گئیں کہ اب کیا بنے گا۔ حضرت ابوبکر رضہ جیسے نرم خو اور مہربان و شفیق سربراہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضہ جیسے سخت طبیعت اور صاحبِ دبدبہ خلیفہ کے ساتھ لوگوں کا نباہ کیسے ہو گا؟ لوگ پریشانی اور مشکل میں مبتلا ہو جائیں گے۔ بعض حضرات نے حضرت ابوبکر رضہ سے فیصلے پر نظرِ ثانی کے لیے بھی کہا مگر حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا تم مجھے عمر رضہ کے بارے میں کیوں ڈراتے ہو۔ کل قیامت کے روز اگر مجھ سے سوال ہوا تو میں عرض کروں گا کہ یا اللہ! جو سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ طاقتور تھا میں نے اپنے بعد تیرے نبیؐ کی امت کو اس کے سپرد کیا تھا اور قیادت و سربراہی کی باگ ڈور اسی کے سپرد کی تھی۔

کیا آج کی مہذب و متمدن دنیا میں بھی کسی ملک کا دستور و آئین اپنے دامن میں کوئی ایسا اصول رکھتا ہے کہ جس پر عمل کر کے سب سے اچھے انسان کا انتخاب عمل میں آ سکے؟ ہمارے ہاں ۵۶، ۶۲ اور ۷۳ کے دساتیر کے علاوہ تمین مارشل لاؤں کے متعدد انتخابی ضابطے بھی پاکستانی قوم کو اپنے "فیوض و برکات" کا کرشمہ دکھا چکے ہیں۔ مگر کسی قانون کا بنانے اور جاری کرنے والا حضرت ابوبکر رضہ کی طرح بانگ دہل اپنی راست بازی اور اطمینان کا اعلان کرنے کی جراءت نہیں کر سکتا۔ الیکشن ۸۵ء میں بھی بڑے خوبصورت ضابطے جاری کیے گئے مگر ان میں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کی روح نہ تھی۔ اس لیے اسمبلیوں میں ان لوگوں کی اکثریت جا پہنچی جن کے نزدیک اپنے ذاتی مفادات کے مقابلے اخلاقی اور ملکی قوانین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ صدرِ مملکت نے ان کے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین منسوخ کر دیے۔ آج سربراہ مملکت کا قرب ان لوگوں کو حاصل ہے جو دین کے نام لیواؤں، اللہ کی یاد سے دلوں کی دنیا آباد رکھنے والوں کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے اور ان کے نزدیک بڑائی کا معیار امانت و دیانت، تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں دولت اور رجالا کی ہے۔ اب قوم کی باگ ڈور ایسے ہی دنیا پرستوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے دین والوں کا فرض ہے کہ ملک و قوم کی ←

کی رہنمائی کا فریضہ ادا کریں اور بتائیں کہ امت مسلمہ اسلامی نظامِ حیات کو ترک کر کے اپنا وقار اور اتحاد قائم نہیں رکھ سکتی۔ مگر یہ اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک ہم خود اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کر کے میدانِ عمل میں نہیں آئیں گے۔ وقت کی رفتار بہت تیز ہو چکی ہے سیاہ طوفانی گھٹائیں برسنے کو تلی کھڑی ہیں۔ ان بادلوں میں بارانِ رحمت نہیں حادثے اور تباہیاں ہیں۔ اپنے بچاؤ اور تحفظ کے لیے مل جل کر جلدی کچھ کر لینا چاہیئے۔ انتشار اور کمزوریوں اور محض معجزوں کے انتظار میں قومیں اور ملتیں صفحۂ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہیں ؎

تقدیر کے قاضی کا یہ فتوےٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

بزرگانِ ملت اور رقائدینِ قوم کو چاہیئے کہ وہ خدا سے ڈرنے والوں، اللہ کو یاد کرنے والوں اور اسی کی رضا و خوشنودی چاہنے والوں کے قریب ہو جائیں۔ اپنے کو ان سے اور ان کو اپنے پاس سے دور نہ ہٹائیں۔ باہمی رنجشوں سے درگذر کریں اور وقت کا چیلنج قبول کر کے میدانِ عمل میں اتر آئیں۔ اصحاب صدق و وفا کی صف بندی ہو جائے تو منزلیں آج بھی آپ کی منتظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بیادِ امام الہدیٰ حضرت انور قدس سرہ العزیز

چمن ہے سُونا بہار رُوٹھی ہر ایک گُل ہے اُداس و ابتر
فلک ہے خاموش ارض گُم صُم گئے ہیں جب سے امام انورؒ

خلوص، زہد و ورع، اخوت فنائے فی اللّٰہیت کے مظہر
جہاں رسائی نہ ہو ذہن کی وہیں تھا بیشک مقام انورؒ

بیان ممکن نہیں ہے اُن کے کمالِ ایثار و سادگی کا
جو صبح تھی صبحِ آہ و زاری تو رشکِ جنّت تھی شامِ انورؒ

ہزاروں لاکھوں کو آپ نے ہے دکھائی راہِ فلاح و منزل
تمہاری تربت پہ ہو ہمیشہ ملائکہ کا سلام انورؒ

جہان میں ہے وہ اعلیٰ ارفع حضورِ باری بزرگ و برتر
پیا ہے اس میکدے سے جس نے بھی سیر ہو کر کے جامِ انورؒ

کہاں ملے گا ندیمؔ دُنیا کو ایسا عالی مقام رہبر
ہمیں تھا جنت کی رہ بتاتا ہر ایک لفظ و کلامِ انورؒ

ندیم احمد القاسمی

مولانا رستم علی صاحب
استاد جامعہ رحمانی مونگیر

بے پردگی کے زہریلے اثرات

فقہی مسئلہ یہ ہے کہ عورتیں شوہروں کی غیر موجودگی میں بناؤ سنگھار نہ کریں حتّٰی کہ خوشبو تک استعمال نہ کریں اور اس کی وجہ چونکہ اندیشۂ فتنہ ہے اس لیے غیر شادی شدہ مراہق اور بالغہ کے لیے بھی یہی مسئلہ ہوگا کہ وہ زیب و زینت سے اجتناب کریں خصوصاً آج کے پُر فتن دور میں جب کہ پردے وغیرہ کا کوئی معقول نظم نہیں ہے۔

پردے کی اہمیت کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ قوم کے دانشوران بے پردگی کے روک تھام کے لیے قابلِ تحسین سعی بھی کر رہے ہیں۔ اس بے پردگی کا افسوس تمام ہی سلیم الطبع افراد کو ہے لیکن ہماری دوشیزائیں بے پردگی سے رُک نہیں رہی ہیں اور اس نہ رکنے کی واحد وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ ہر لڑکی کی خواہش آج یہ ہو رہی ہے کہ اس کا حُسن، اس کا بناؤ سنگار جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ مشہور ہو، اس شہرت کی خاطر آج کی لڑکی ہر امکانی کوشش کر رہی ہے حتّٰی کہ پیسے دے کر اپنی تصویر تک غیر شائستہ رسالوں میں شائع کراتی ہیں۔ میں اس تحریر کی اصل مخاطب آج کل کی خواتین ہی کو بنا رہا ہوں۔ میری گذارش ہوگی کہ ٹھنڈے دل سے ذیل کی تحریروں کو پڑھیں

ع شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

میری نوجوان بہنو! آپ میں سے صرف ایک خاتون نے بے پردہ نکل کر کتنا بڑا انقلاب اور کیسی قیامت برپا کی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

۱۔ قرآن و حدیث کے تمام حکموں کو بالائے طاق رکھ دیا جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی اپنے سر لے لی۔

۲۔ صنفیات کی تصویریں اس قدر عام ہو گئی ہیں کہ ان میں آپ کی تصویر کی طرف شاید ہی کوئی نظر کرے اور چلئے مان بھی لیا کہ آپ کی تصویر بہت عمدہ آگئی اور آپ نے "خاتون مشرق" کے ٹائٹل پر پیسے دے کر چھپوا بھی لیا اور اس کے شمارے ملک اور بیرونِ ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ گئے اور تمام زائرین کو وہ تصویر اچھی بھی لگی مگر زائرین کو پھر بھی اس کا پتہ نہیں چل سکا کہ جس خاتون کی یہ تصویر ہے وہ دلّی کی ہے؟ لکھنؤ کی ہے یا پٹنہ کی؟ اور چلئے آپ نے تصویر کے ساتھ نام بھی شائع کروا دیا اور خاتون مشرق پڑھنے والے جان بھی گئے کہ یہ تصویر دلّی کی ایک خاتون کی ہے تو آپ یقین جانیں کہ آپ کی تصویر کا تذکرہ اسی وقت تک ہوگا جب تک وہ رسالہ قارئین کے ہاتھ میں رہے گا۔ اگلا شمارہ آنے کے بعد آپ کی تصویر بچوں کا کھلونا بن جائے گی یا کہیں الماری وغیرہ میں پڑی رہے گی۔ شاید ہی آپ کی تصویر پھر کبھی دیکھی جا سکے تو شیطان جو ملک گیر شہرت دلانا چاہتا تھا وہ شہرت پیسے خرچ کرنے کے باوجود بھی حاصل ہونے سے رہ گئی۔ اور ملا کیا؟ اس کو بھی سنیئے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ نامحرم کی تصویر پر نگاہ ڈالنا حرام ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کی تصویر پر ملک اور بیرونِ ملک کے نہ جانے کتنے نوجوانوں نے نگاہیں ڈالی ہوں گی ان تمام کو آپ نے گناہوں میں مبتلا کیا اور چونکہ اس کا باعث آپ ہوئیں اس لیے ان تمام زائرین کے گناہوں کے برابر آپ کے نامۂ اعمال میں بھی گناہ لکھے جائیں گے۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ آپ کی تصویر 'خاتون مشرق' کے جس شمارے میں شائع ہوئی ہے وہ شمارے نہ جانے کب تک قارئین کی الماریوں میں پڑے رہیں تو گویا اس شمارے کے پڑے رہنے تک آپ نے رحمت کے فرشتوں کو بہت سے گھروں میں آنے سے روک دیا۔ اس کی ذمہ دار بھی آپ ہی ہوں گی۔ آپ ہی سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اَن گنت گھروں کو لعنتوں کا شکار کیوں بنایا؟ اس ایک تصویر نے ہر طرف سے آپ کو ہدفِ ملامت بنا ڈالا۔ تصویر کی مذمت میں اور بھی بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

۳۔ نمبر ۲ میں تو آپ کو بتایا گیا کہ شیطان آپ کو ملک گیر شہرت تصویر کے ذریعہ نہیں دلا سکا۔ اب آپ فرض کر لیجئے کہ آپ میں سے کسی کو ملک گیر ہی نہیں بلکہ عالم گیر شہرت شیطان نے دلائی مثلاً آپ میں سے کوئی فلمی ایکٹریس بن گئی اور وہ تمام ایکٹریسوں میں اعلیٰ ہو گئی۔ اس کی فلم دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلنے لگی۔ ہر فلم باز کی زبان پر اسی ایکٹریس کا تذکرہ ہونے لگا یا چلئے کہ ہر چھوٹا بڑا اس کو سجدہ ہی کرنے لگے لیکن آپ دل سے بتائیں کہ اس کا ثمرہ کیا نکلے گا؟ کیا پھر ایک دن مرنہیں جانا ہے؟ کیا یہ مذموم شہرت قبر میں ہاتھ بٹا دے گی؟ کیا اس ایکٹریس پر مر مٹنے والے نوجوانان منکر نکیر کی پکڑ سے اس کو بچا لیں گے کیا تمام خلائق کے سامنے قیامت میں اس کو رُسوا ہونے سے کوئی بچا لے گا؟ میری نوجوان بہنو! اس ایکٹریس نے عالمگیر شہرت حاصل نہیں کی بلکہ اس نے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ عالمگیر پیمانہ پر فاحشہ، فاجرہ اور ملعونہ ہے۔ اس ایکٹریس کی نوجوانی کی بنی ہوئی فلم بعد میں اس کے نوجوان بیٹے اور پوتے بھی دیکھیں گے۔ ایکٹریس کے ساتھ اداکار بہت سی چھیڑ خانیاں بھی کرتے ہیں۔ پیار و محبت کے نغمے دونوں ہی مل کے گاتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی ادا پر تمام زائرین ایکٹریس کے متوالے اور دیوانے ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام ادائیں اس ایکٹریس کے بیٹے اور پوتے بھی دیکھ رہے ہوں گے۔ اس طرح وہ ایکٹریس اپنے بیٹے اور پوتے تک کو اپنا عاشق بنا لیتی ہے۔ آپ غور کیجئے کل تک جو ماں تھی آج وہ معشوقہ بن رہی ہے آپ خود بتائیں کہ تمام نوجوانوں سے لے کر بیٹے پوتے اور نواسے وغیرہ کے اخلاق کو بگاڑنے میں جو اس نے ایک رول ادا کیا ہے اس کا جواب دہ کون ہو گا؟ کیا اس کی جوابدہی اس ایکٹریس کے سر نہیں آئے گی؟ فلم دیکھنے کے بعد نوجوان بہت سی اناریوں اور بد چلنیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ نوجوان ہال سے باہر آ کر وہ تمام ناشائستہ حرکتیں کر ڈالتے ہیں جو وہ پردۂ سیمیں پر دیکھے ہوتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اس ایکٹریس نے شہرت تو حاصل کر لی لیکن اس کے ساتھ ساتھ نوجوانوں نیز معاشرے پر بے شمار گھناؤنے اثرات چھوڑ گئی۔

نوجوان بہنو! اصل گھر ہمارا اور آپ کا آخرت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا تو ایک مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں "الدنیا جیفة وطالبها الکلاب" جس دنیا کی کوئی حقیقت نہیں اس دنیا سے جی لگانے سے کیا حاصل۔ فرعون و نمرود اور شداد نے دنیا میں خدائی کا دعویٰ کیا لیکن وہ موت کے پنجے سے نہ بچ سکے۔ دنیا نے ان کے ساتھ وفا نہ کی۔ بڑے بڑے ظالم لیڈر جنہوں نے پوری دنیا سے سیاست میں لوہا منوایا تھا لیکن اب ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا یہ تمام مسلمانوں کو معلوم ہے۔ ان کی سیاست دنیا میں پڑی رہ گئی۔

اب وہ اپنے اعمال کا مزہ چکھ رہے ہوں گے۔

مستورات کی ایک جماعت امریکہ سے علی گڑھ آرہی تھی۔ علی گڑھ کی نوجوان لڑکیاں پورے بناؤ سنگار اور ٹیپ ٹاپ کے ساتھ استقبال کرنے ہوائی اڈے پہنچیں۔ علی گڑھ کی لڑکیاں اس وقت پانی پانی ہوگئیں جب انہوں نے اپنے آپ کو فیشن دار اور بے حجاب دیکھا۔ اور اس کے برخلاف امریکہ کی مستورات کو پردے اور نقاب میں دیکھا۔ خیر جماعت جب قیام گاہ پہنچ گئی تو جلدی سے استقبال کرنے والی لڑکیوں میں سے کچھ لڑکیاں برقعہ پہنے امریکن مستورات کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ آپ ہی لوگوں کی خاطر تو ہم سب بے نقاب گئی تھیں ورنہ ہمارے یہاں مسلمانوں میں برقعے کا عام رواج ہے۔ اس پر امریکی مستورات نے کہا۔ "برا نہ مانو گی جس فیشن میں تم سب گئی تھیں وہ فیشن تو ہمارے یہاں کی بھنگنوں کا ہے۔ ہمارا فیشن ہماری آوارگی تو بہت آگے تھی۔ ہر دن ایک نئے فیشن میں ہم سب نکلتی تھیں، لیکن ہزارہا فضل اور احسان ہے رب العالمین کا کہ اس نے ایمان و یقین کی دولت سے ہمیں نوازا اور ان ظلمت کدوں سے نکلنے کی توفیق بخشی۔ ہماری بہنو! اعلیٰ سے اعلیٰ فیشن کو ہم نے تھوک دیا ہے اور ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ حسن کی انتہا سادگی ہے۔ ایک نقاب پوش عورت خواہ وہ سانولی ہی کیوں نہ ہو وہ نقاب اٹھاتی ہے تو عورتیں بے ساختہ کہہ اٹھتی ہیں، ہائے! کتنی اچھی لگتی ہے۔ ہماری بہنو! نقاب پوش کالی عورت کے چہرے پر دن بدن نُور برستا ہے اس لیے اس میں حُسن آجاتا ہے اور بے نقاب حسین لڑکی دن بدن بدنما اور بدشکل ہوجاتی ہے اس لیے کہ اس کے چہرے پر مسلسل خدا کی مار ہوتی ہے۔

یورپ اور امریکہ کا حال یہ ہے کہ گھر کے اندر نوجوان لڑکی اپنے باپ کے ساتھ پیاری پیاری باتیں کر رہی ہو اور اسی دوران لڑکی کا بوائے فرینڈ (BOY FRIEND) دروازے سے اُس کو آواز دے تو وہ لڑکی فوراً گھر سے نکل کر اس کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ باپ کی یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی نوجوان لڑکی کو باہر جانے سے روک سکے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ اور یورپ میں صاحب اولاد لوگوں کی اپنی اولاد کے بارے میں یہ رائے ہے کہ "کتّا تو باوفا ہوسکتا ہے مگر اولاد باوفا نہیں ہوسکتی۔" اور اولاد کی رائے اپنے والدین کے بارے میں یہی ہے کہ کتّا باوفا ہوسکتا ہے لیکن والدین باوفا نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ اولاد بھی دیکھے ہوئے تھی کہ ان کی ماں جب شباب کے عالم میں تھی تو اُس وقت اگر اُن کے بوائے فرینڈ بلاتے تو وہ ماں اپنی اولاد اور شوہر کو چھوڑ کر اُس کے ساتھ نکل جاتی۔ اسی طرح باپ کو اگر گرل فرینڈ (GIRL FRIEND) آواز دیتی تو وہ باپ اپنی بیوی بچّوں کو چھوڑ کر باہر نکل جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں ہر شخص کے پاس کتا ضرور ہوتا ہے۔ سب کی رائے یہ ہے کہ کتا ہی باوفا دوست ہے۔ وہاں کی سوسائٹی کا حال یہ ہوچکا ہے کہ اسّی (۸۰) فیصد ناجائز اولادیں تیار ہورہی ہیں۔ وہاں کی نوجوان لڑکیاں جب نوجوان لڑکوں سے سیراب نہیں ہوتی ہیں تو وہی اپنے باوفا دوست کتے سے زنا کراتی ہیں۔ اس سے کتنی ہی لڑکیوں کی جانیں تلف بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہ سب چیزیں فقط بے پردگی کا نتیجہ ہیں۔

بشکریہ 'طیبٗ' دیوبند

> اگر تم بچے رہوگے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کردیں گے تمہارے چھوٹے گناہ اور تمہیں باعزت مقام عطا کریں گے۔
>
> (سورۃ النّسا)

امام الھدیٰ مولانا عبیداللہ انور کا فیض جاری و ساری رہیگا

کویت سے خطیب الکویت حضرت مولانا احمد علی سراج مدظلہ العالی کا

مکتوبِ گرامی

خدام الدین کے ایک گذشتہ شمارے میں عزیزی کلیم انور شیرازی کا ایک مضمون "جو کرامت کے ہیں منکر وہ میرے بابِ آئیں" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس مضمون سے متاثر ہوکر حضرت مولانا احمد علی سراج صاحب نے مندرجہ ذیل مکتوب روانہ کیا ہے۔ جسے اس کی افادیت کے پیشِ نظر شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔ (عبدالرشید انصاری)

احمد علی سراج
ص.ب ۲۴۹۸۹
الصفاۃ الکویت

محترم و مکرم عزیز بھائی کلیم انور شیرازی صاحب سلامت رہو۔ زاداللہ عمرک و علمک و شرفک و عزتک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالےٰ سے دعاگو ہوں کہ خداوند کریم آپ سب بھائیوں کے علم و عمر، رزق و عزت میں برکت عطا فرمائے اور آپ سب بھائیوں کو اور ہمیں دین و دنیا میں سرفرازی سے نوازے۔ آمین!

گزشتہ شب محترم و مکرم عالیجاہ باقر علی ظفر صاحب بمع تین احباب کے میرے پاس میرے غریب خانہ پر تشریف لائے تھے اور ساتھ ہی ہفت روزہ خدام الدین کے پرچے بھی پہنچا گئے۔ حالیہ خدام الدین لاہور میں آپ کا مضمون پڑھ کر آپ کی شخصیت کا اندازہ ہوا، کہ جس اسلوب تحریر اور پُرخلوص انداز سے آپ نے مختصر مگر جامع مضمون تحریر فرمایا کہ مَیں نے دو مرتبہ رات بارہ بجے اس کو پڑھا اور یقین جانئے کہ آپ کی سادہ مگر پرخلوص تحریر سے بے حد متاثر ہوُا۔ اور حضرت اقدس امام الھدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ساری رات ان کے درجات و بلندی کی دعائیں کرتا رہا، کہ ان کے اس دنیا سے رخصت ہوتے سے نہ جانے کتنا عظیم نقصان پہنچا ہے۔ حقیقت میں ان کی حیات انسانیت کے لئے ایک رحمت و نعمتِ عظمیٰ تھی۔ الحمدللہ کہ اُن کا فیض جاری و ساری رہے گا۔ انشاءاللہ!

بہرکیف عزیز کلیم انور شیرازی صاحب! آپ سے مَیں اتنا عرض کروں گا کہ آپ بھی ایک عظیم مفکّر، مدبّر، شاعر، حکیم، ایڈیٹر اور بقول حضرت اقدس امام الھدیٰؒ کہ حکیم محمد آزاد شیرازی سے تو دنیا ہر لحاظ سے روحانی و جسمانی فیوض و برکات حاصل کر رہی ہے کے فرزند ہیں۔ آپ کے بھائی محمد سلیم آزاد شیرازی جو کہ یہاں کویت میں قیام پذیر ہیں الحمدللہ حضرت اقدسؒ کی نگاہ شفقت و کرامت سے اپنے عظیم

باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ حقیقتاً یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم، حضرت امام الھدیٰ مولانا عبیداللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور نگاہ اور توجہ کا نتیجہ ہے۔

مَیں آپ کے مضمون کی سو فیصدی تائید کرتا ہوں۔ کیونکہ بھائی محمد سلیم انور شیرازی جب سے حضرت اقدسؒ سے بیعت ہوئے ہیں اور حضرت اقدسؒ نے ان پر اپنی نگاہ کرم فرمائی تھی اس دن کے بعد اب محمد سلیم شیرازی وہ پہلے والے سلیم نہیں بلکہ اب ان میں اپنے عظیم باپ کے اوصاف اجاگر ہو رہے ہیں اور یہ حضرت اقدسؒ کی کھلی کرامت ہے۔

وگرنہ تین سال قبل ہمیں بھائی سلیم شیرازی کی ملاقات اور انہیں مجلس ذکر میں بلانے کے لئے تین تین ماہ ڈھونڈنے میں لگ جاتے تھے۔ ہمارے مخلص ساتھی جناب بھائی زاہد جاوید صاحب ان کی قیام گاہ کے چکر کاٹتے پھرتے تھے۔ کئی بار مجھے خود وقت نکال کر آپ کے قبلہ ابّا حضور حکیم محمد آزاد شیرازی صاحب مدظلہ، کی شخصیت کو سامنے رکھ کر سلیم کو ڈھونڈنے کے لئے جانا پڑتا تھا لیکن ملاقات نہیں ہو پاتی تھی۔ بسا اوقات تو ہمیں شک گزرتا تھا کہ شاید سلیم انور شیرازی گھر پر موجود ہیں لیکن ملنے سے گریز کر رہے ہیں۔ کیونکہ صاحب خانہ یہ کہہ کر ہمیں واپس کر دیتے تھے کہ سلیم ابھی تک نہیں آئے جبکہ وہ وقت نہ دفتر کا ہوتا تھا اور نہ بازار کی خرید و فروخت کا۔

تاہم اب اس کے برعکس جب اس نے حضرت اقدسؒ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر سلیم انور شیرازی نے بیعت کا شرف حاصل کر کے سلسلہ عالیہ راشدیہ قادریہ سے حضرتؒ کی نگاہِ شفقت میں آئے اور پھر کویت لوٹے تو اب بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ پنجگانہ نماز، جماعت کے ساتھ، روزانہ تلاوت قرآن پاک اور پھر پہلے تو یہ عالم تھا کہ تین تین ماہ ملاقات مشکل تھی اور اب تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی ہے۔

محمد سلیم شیرازی اب تو مجلس ذکر کی زینت ہیں۔ روزانہ ٹیلی فون پر ہم ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں۔ اب بات چیت میں دین کی باتیں، مسئلہ مسائل اور عبادات کے موضوع پر تبادلہ خیالات ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں آپ کے خاندانی شرافت کا بھی دخل ہے۔ ہر چیز اپنی اصل کی لوٹتی ہے۔ اب ہمیں فخر ہے۔ کہ ہمارے دوست و احباب میں بھائی محمد سلیم انور شیرازی بھی شامل ہیں کہ جو ایک عظیم باپ کے عظیم فرزند ارجمند ہیں۔

آخر میں پھر اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہوں کہ خداوند کریم ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے اور بزرگانِ دین کی محبت اور ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔

میری طرف سے مؤدبانہ تسلیمات اور پُرخلوص آداب، اپنے محترم ابا حضور جناب حکیم آزاد شیرازی صاحب مدظلہ تک پہنچا دیں اور ان سے دعاؤں کی درخواست کریں۔ کویت کے مجلس ذکر کے تمام احباب آپ کے ابا جی صاحب کو تسلیمات عرض کرتے ہیں۔

والسلام

آپ کا بھائی احمد علی سراج
کویت فنانس ہاؤس کویت

آپ اپنے حضرت ابا جی صاحب حکیم آزاد شیرازی مدظلہ سے عرض کریں کہ وہ محمد سلیم انور شیرازی کو ضرور خط تحریر فرمایا کریں۔ کہ اب بھائی سلیم صاحب کو حکیم صاحب کے خط کی بے حد انتظار رہا کرتی ہے۔ اور اس کا ذکر بھی ہماری مجالس میں ہوا کرتا ہے۔

بیادِ سیدی امام الہدیٰ نور اللہ مرقدہٗ

مرے آقا! تری پدرانہ شفقت یاد آتی ہے
وہ بزمِ ذکر میں حسنِ رفاقت یاد آتی ہے
وہ ذکرِ جہر کا منظر۔ زہے تہلیل کے نغمے
وہ فردوسی فضا رُشد و ہدایت یاد آتی ہے
وہ آنکھیں منتظر تیری، وہ دل گرویدہ و شیدا
بھری محفل میں پیرانہ وجاہت یاد آتی ہے
عقیدت کیش آتے تھے، تری اُلفت کے دیوانے
وہ اب روتے ہیں جب تیری مروّت یاد آتی ہے
تری فرقت میں ہم پیر و جواں سب محوِ گریہ ہیں
مباؔنی میں ہمیں جب تیری تربت یاد آتی ہے
دلوں پر ایک آفت تھی، مصیبت تھی، قیامت تھی
قیامت سے بھی بڑھ کر تیری رحلت یاد آتی ہے
فضائل میں محاسن میں نہیں ہمسر ترا کوئی!
تری جب یاد آتی ہے شرافت یاد آتی ہے
سدا باطل سے ٹکرانا ترے آبا کی سنّت ہے
خطابت میں وہ بے باکانہ جرأت یاد آتی ہے
حیاتِ پاک تیری جامعیت کا مرقّع تھی!
شریعت یاد آتی ہے طریقت یاد آتی ہے

احقر الانام
افگر

مولانا عبدالرشید انصاری

لادین عناصر مسلمان عورت سے پردہ کا حق چھین لینا چاہتے ہیں

ہمارے ذرائع ابلاغ غیروں کی ثقافت و نظریات کی ترجمانی کر رہے ہیں

کراچی ۱۲ جولائی (پ ر) تحریک اصلاح ابلاغ عامہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے ایڈیٹر مولانا عبدالرشید انصاری نے کہا ہے کہ مسلم خواتین اسلامی احکام کا دل سے احترام کرتی ہیں۔ نسوانی غیرت اور حیا ان کا زیور ہے۔ وہ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مخالفت کا تصوّر بھی نہیں کر سکتیں۔ لیکن کچھ دولت مند، فیشن پرست اور مغرب زدہ بیگمات اسلامی قوانین سے بغاوت پر تُلی ہوئی ہیں اور اسلام دشمن لادین عناصر ان کو ملک و قوم کی ترجمانی کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

مولانا عبدالرشید انصاری نیو کراچی میں پاکستان سُنّی کونسل کے زیر اہتمام "اسلام میں عورت کے حقوق" کے موضوع پر منعقدہ مجلس مذاکرہ میں خطاب کر رہے تھے۔ علّامہ سیّد نجمی جیلانی، شیخ انوار احمد اور قاری محمّد مسلم نمازی نے بھی مجلس مذاکرہ میں خطاب کیا۔

مولانا عبدالرّشید انصاری نے اپنی تقریر میں کہا لباس اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے اور ابلیسی قوتیں روزِ ازل سے نسلِ آدم کو ہر نعمتِ خداوندی سے محروم کرنے کے درپے رہی ہیں۔ پردہ عورت کا حق ہے مگر اکثر غیر مسلم ممالک میں عورت سے یہ حق قانوناً چھین لیا گیا ہے۔ اسی لیے آج یورپی معاشرہ جنسی درندوں کی جنّت بنا ہُوا ہے اور مغرب کی جدید عورت اپنی عصمت کے حوالے سے جھُوٹ اور منافقت کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

انہوں نے کہا ہمارے ذرائع ابلاغ پر قابض بعض آوارہ مزاج لادینی عناصر اسی غیر ملکی آبرو باختہ ثقافت اور منتشر افکار کی اشاعت کر رہے ہیں اور صبح و شام اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔

مولانا انصاری نے کہا عہدِ جاہلیت میں عورت کی حیثیت بھیڑ بکری سے زیادہ نہ تھی۔ اسلام نے عورت کو بحیثیت انسان جینے کا حق دیا اور اس کے لیے علم و عمل کے دروازے کھول دیے۔ اس کی گود کو نسلِ نو کی اوّلین تربیت گاہ کا اعزاز بخشا۔ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے مرد کو اس کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا مگر نام نہاد روشن خیال ایک قلیل گروہ جو ابھی تک دورِ غلامی کے افکار سے نجات حاصل نہیں کر سکا پاکستانی قوم کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو شراب نوش انگریز عورتوں کی طرح نیم برہنہ کرنے میں عزت اور ترقی سمجھ رہا ہے۔ یہ طبقہ پاکستانی قوم کی انفرادیت اور تشخص قائم کرنے کے بجائے فکری غلامی کی زنجیریں مضبوط کر رہا ہے۔ مولانا انصاری نے قومی جرائد و اخبارات سے اپیل کی کہ وہ عظیم تر ملّی مفاد کے لیے پراگندہ فکر عناصر کی حوصلہ شکنی کریں۔

برطانیہ سے ایک خط

شمشیر علی خان اور ان کی بیوی ثریا بیگم

مولانا عبید اللہ انور مرحوم

حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے فرمایا "تمہاری بیوی میری بہن ہے، کیونکہ حضرت لاہوریؒ اس نومسلمہ کو اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔

مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء بروز اتوار مولانا عبید اللہ انور کا میو ہسپتال لاہور میں انتقالِ پُر ملال ہُوا۔ مرحوم مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کے جنازہ میں ایک لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی اور انہیں ان کے والد مولانا احمد علی مرحوم کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ مولانا احمد علیؒ وہ پارسا ہستی تھے جن کی قبر سے جنّت کی خوشبو آتی رہی۔ مٹی اٹھا کر ہسپتال میں ٹیسٹ کی گئی تو ڈاکٹروں نے بتایا کہ یہ خوشبو دُنیا کی نہیں ہے۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ قبر جنّت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی قبر کو جنّت کا باغ بنا دیا۔ لاکھوں لوگ اس بات کے گواہ ہیں۔

آج راقم الحروف اپنے مخلص بزرگ بھائی مولانا عبید اللہ انورؒ کا ذکر کر رہا ہے۔ سوموار کی صبح دس بجے دفتر گیا۔ اخبارِ جنگ اٹھایا تو صفحہ اوّل پر خبر پڑھی کہ مولانا عبید اللہ انور لاہور میں انتقال کر گئے ہیں۔ پڑھ کر دل میں عظیم صدمہ پیدا ہُوا کیونکہ راقم الحروف ۱۴ فروری کے آپریشن کے بعد خود بھی دل کا مریض ہے۔ اس قدر صدمہ ہُوا کہ دل تڑپ گیا۔ دل کے درد کی گولیاں کھا کر آنکھوں کے آنسو خشک کیے۔ اس خط میں کچھ یادوں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ مولانا کو علم تھا کہ میرا تعلق اُن کے والد محترم کے ساتھ تھا اور میری نومسلم بیوی ثریا جب اسلام لائی تو مولانا احمد علی نے "خدام الدین" کے پورے صفحہ پر ان کے اسلام لانے کی خبر شائع کی۔ دل کی گہرائیوں سے دعا فرمائی۔ یہ شادی مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری کی اجازت سے ہوئی۔ شادی کے بعد ہم دونوں میاں بیوی لاہور حاضر ہوئے تو مولانا لاہوریؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اُن کے بعد مولانا عبید اللہ انورؒ ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ جب مولانا عبید اللہ انور سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہاری بیوی ثریا میری بہن ہے۔ کیونکہ حضرت لاہوریؒ کو ثریا اپنی بیٹیوں کی طرح پیاری تھی۔ یہ سُن کر میرے دل میں بھی کافی اثر ہُوا۔

مولانا عبید اللہؒ نے بالکل اپنی بہنوں کی طرح میری بیوی کو گھر میں رکھا۔ اعلیٰ قسم کی خوراک اور اعلیٰ قسم کے کپڑے ان کو دیے اور راقم الحروف کی وجہ سے آپ نے اپنے تمام پروگرام تبدیل کر دیے۔ لاہور کے قیام کے دوران مجھے مولانا لاہوریؒ کی قبر پر لے گئے۔ میانی صاحب کے قبرستان میں یہ عالم دین محو خواب ہیں۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قبر پر آنکھوں نے آنسو بہائے۔

دل تڑپ اٹھا۔ مولانا عبید اللہ انور بھی زار و قطار روئے تھے۔ پھر گھر آئے۔ ہم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی کانفرنس اپنے گاؤں احمد نگر ضلع گوجرانوالہ میں رکھی جس میں مولانا خود تشریف لائے۔ ان کے ساتھ چوٹی کے علمائے کرام تھے۔ پھر دوبارہ ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ دربارِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں یہ ملاقات عجیب و غریب تھی۔ ایک طرف روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہاریں اور دوسری طرف مولانا عبید اللہ انور سے ملاقات۔ دونوں خوشیاں جمع ہو گئیں۔ پھر مولانا نے میری دعوت کی۔ مرغی کو خود ذبح کیا۔ دوسروں نے کھانا تیار کیا۔ کیا عجیب تھے وہ لوگ جو دُنیا سے چلے گئے۔ ہم نے بھی جلدی جانا ہے لیکن ان کی باتیں زندگی بھر یاد رہیں گی۔

تیسری ملاقات ۱۹۸۲ء میں شیرانوالہ گیٹ مسجد میں ہوئی۔ جمعرات کا دن تھا۔ رات کو مجلس ہوئی۔ اس ملاقات میں وقت تھوڑا ملا۔ باتیں کرنے کا بہت کم وقت ملا۔ اب زندگی بھر انکی یاد باقی رہے گی۔ مولانا اجمل قادری صاحب اور ان کی والدہ محترمہ کے غم میں ہم تمام گھر والے برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ ان کے گھر والوں کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ آمین۔

حمدِ ربِّ جلیل

دشت میں تُو ہے اور نگر میں تُو
یاد آتا ہے ہر سفر میں تُو
تجھ سے رونق ہے دل کی بستی میں
جاگتا ہے ہر ایک گھر میں تُو
تُو نے بخشی ہے طاقتِ پرواز
ہر پرندے کے بال و پَر میں تُو
تجھ سے ہوتی ہے روشنی ہر سُو
دلِ تاریک کے سفر میں تُو
ڈوبتوں کو بچا لیا تُو نے
اِک سہارا بنا بھنور میں تُو
پستیوں میں عروج دیتا ہے
وسعتوں کی طرح نظر میں تُو
تُو کہ ہر رنج کا مداوا ہے
راحتوں کا سبب بشر میں تُو

زمان کنجاھی

اتحاد اسلام

عبدالمجید کھوکھر ماجنوئی

کسی خاندان قبیلہ یا قوم کی زندگی کا انحصار جہاں دیانتداری نیکوکاری اور راست روی پر ہے۔ وہاں آپس کی محبت، اخوت اور اتحاد پر بھی ہے۔ تاریخ اقوام اس امر پر شاہد و ناطق ہے کہ جس قوم نے اتحاد کو لازمی پکڑا وہی کامیاب و کامران رہی دنیا کی سیادت اور قوموں کی قیادت اس کا طرۂ امتیاز رہا۔ اللہ کی رحمتیں اور نصرتیں بھی اسی قوم کے لئے مخصوص رہیں۔ کل ہی کی بات ہے۔ جب مسلمانوں میں اتحاد تھا تو ہم زمین پر خدا کے نائب تھے اور اقوام عالم کے امام تھے۔ آج نصرانیت میں اتحاد ہے اور اشتراکیت میں اتحاد ہے تو کائنات ارضی کے بڑے چوہدری وہی ہیں بلکہ زمین کی پستی سے پرواز کر کے فضائے بسیط سے آگے اور چرخ نیلی فام سے بھی پرے سیادت اور قیادت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ چاند تارے ان کے قدم چوم رہے ہیں جیسے مرید اپنے پیر کے قدم چومتا ہے جیسے داسی اپنے دیوتا کے چرن چھوتی ہے۔

"پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی"
سمجھایا تو ہمیں گیا مگر سمجھ گئے وہ، جنہیں ہم حقارت سے کافر، بے دین اور جہنمی کہتے ہیں۔

ماضی بعید میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جب اقوامِ عالم میں کسی قوم میں محبت، اخوت و اتحاد نہ رہا ہر قوم کا شیرازہ آپس کے جنگ و جدال، فتنہ و فساد کے باعث بکھرا ہوا تھا۔ چارسو قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ کوئی قبیلہ یا قوم طاقتور بن کر نہ ابھری اور نہ کوئی مصلح پیدا ہوا جو دنیا میں امن و سکون بحال کرتا، اصلاح کرتا اور انسانیت کو فلاح سے ہمکنار کرتا بلکہ بار بار چنگیز و ہلاکو پیدا ہوتے رہے اور بار بار انسانیت کا دامن تار تار ہوتا رہا ؎

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک

آخر کار رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور مسلمانوں کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا گیا۔ تاکہ ظلم و استبداد کے پنجوں میں سسکتی تڑپتی، دم توڑتی انسانیت کو باقی رکھا جائے۔ مسلمانوں کو واضح حکم ہوا۔ ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب مقرر کیا کہ دیکھیں تم کس طرح عمل کرتے ہو) اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا گیا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر

عمل کرتے رہو اور فرقہ فرقہ نہ جاؤ) چنانچہ اپنے ابتدائی دور میں مسلمانوں نے اللہ کریم کے احکام کی پوری پابندی کی۔ دنیا میں طاغوتی طاقتوں کو زیروزبر کیا۔ مفسدین کو شکست فاش دی۔ جبر و استبداد کو نیست و نابود کیا۔ ربع مسکوں اسلام کی ضیاپاشیوں سے منور ہو گیا۔ بت گری، بت فروشی، بت پرستی، فرعونیت پرستی، قارونیت کے سامنے دامن درازی ہامانیت کے آستاں پر جبہ سائی کے بند ٹوٹ گئے ؎

صورت نہ پرستم من بت خانہ شکستم من
آں سیل سبک سیرم ہر بند گستم من

مگر تھوڑے ہی عرصے تک یہ حالت قائم رہی۔ دوسری صدی کے اوائل میں مسلمانوں نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوتے وَاعْتَصِمُوْا کی بجائے فَتَقَطَّعُوْا شروع کر دیا۔ اسلام کو دو حصوں دین و دنیا میں تقسیم کر دیا۔ دین کو مسجد کی تولیت منبر و محراب کی خطابت اور مسجد کی امامت تک محدود کر دیا۔ دنیا کو خلافت، حکومت بادشاہت، اقتدار، جہاں گیری، جہانبانی، جنگ و جدال اور فتح و شکست سے عبارت کر دیا۔ اور دین کے علمبرداروں نے اسے کئی مذہبی فرقوں میں تقسیم کر دیا اقتدار کے پرستاروں نے ایک سلطنت کے کئی ملک بنا ڈالے۔ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (انہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جو کچھ جس کے پاس ہے وہ اسی میں مگن ہے) یہ کیفیت ہوئی تو مسلمان آپس میں دست و گریبان ہو گئے اور آج تک وہی حالت قائم ہے اب اسلامی دنیا ۴۷ ممالک پر مشتمل ہے۔ اور یہ دین، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، جعفری فرقوں میں تقسیم ہے۔ پاکستان میں دین دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ فرقوں میں منقسم ہے۔ ہمارا آپس میں اتحاد ہے نہ اخوت، وحدتِ ذکر و فکر نہ وحدت عمل اور نہ خوفِ خدا ہے۔ تیرہ سو سال کے لئے ہم رُو بہ زوال ہیں اور عذابِ عظیم میں مبتلا ہیں۔ ہمارے ملک چھینے جا رہے ہیں۔ ہمارے شہر بمباری کے باعث کھنڈروں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ ہماری آبادیاں ویرانے بن رہے ہیں۔ ہمیں "محفوظ کیمپوں" میں لایا جاتا ہے۔ جہاں رات کی تاریکی میں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا خون پانی سے زیادہ ارزاں ہو کر بے دریغ بہ رہا ہے مگر ہمیں احساس تک نہیں ہو رہا ہے۔ ہم اپنی زبوں حالی کو نسوس تک نہیں کرتے۔ متاعِ دین و دنیا لٹ رہی ہے اور کارواں بے حس ہے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اللہ کی رسی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد مسلمانوں میں آزادئ افکار ہے۔ ابلیس کی ایجاد کے تحت نئے افکار پیدا ہو رہے ہیں نئے خیالات جنم لے رہے ہیں نئے جذبات ابھر رہے ہیں۔ کچھ دہریت کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں کچھ اشتراکیت کی سرخ جنّت کے تصوّر میں سانس لے رہے ہیں کچھ سامراجیت کے گن گا رہے ہیں۔ کچھ مادر پدر آزاد مغربی طرز کی لادینی جمہوریت میں اپنی اصلاح و فلاح سمجھتے ہیں الغرض جدید مے کدے ہیں، جدید مے ہے۔ نئے ساقی اور نئے پیمانے ہیں ؎

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنائی ہے روش لطف و ستم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اب جذبۂ ملّت واحدہ ماند پڑ گیا اور جذبۂ وطنیت ابھر آیا ہے۔ اگر کل ایک مسلم ملک دشمن کے ہلاکت خیز بموں کی زد میں تھا تو آج دوسرا اور تیسرا اغیار کی توپوں اور ٹینکوں کی یلغار کا نشانہ بن رہا ہے باقی ملک تماشائی کچھ زبانی خرچ ضرور کرتے ہیں، کچھ دوسرے خصوصی دعائیں مانگتے ہیں کہ یا اللہ! دشمنوں کے ہیلی کاپٹر سے گرنے والے بم ہمارے سر پر نہ پھٹیں۔ یا اللہ! دشمن کی توپ بردار گاڑی کا ٹائی راڈ کھل جائے۔ یا اللہ! دشمن کے ٹینکوں میں کیڑے پڑ جائیں، یا اللہ! دَمِّرْ دِیَارَهُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ۔ کچھ اسلامی ملک اجلاس بلاتے ہیں۔ احتجاج کرتے ہیں اور قرارداد مذمت پاس کرتے ہیں۔ دنیا کی بڑی عدالت میں اپنی مظلومیت کی فریاد سناتے ہیں جو ویٹو کی گرجدار آواز میں گم ہو جاتی ہے اور مسلمانوں کی تباہی تسلسل کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ مسلمانوں میں فرقہ بندی کے باعث وہ جذبہ اخوّت نہیں رہا جو انہیں ملّتِ واحدہ بنا کر سیسہ پلائی دیوار بنا دے۔ اب وہ خونِ ناب پیدا ہی نہیں ہوتا جو قوموں کی زندگی کے لئے ضروری ہے، وہ دل نہیں رہا جو ملّت کے درد میں تڑپتا ہے بلکہ پہلو میں ایک بے جان گوشت کا لوتھڑا رہ گیا ہے۔ جس کی دھڑکن قریب المرگ انسان کی ڈوبتی ہوئی نبض کی طرح ہے۔ جو کبھی چلتی ہے اور کبھی رک جاتی ہے ؎

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

آؤ مسلمانو! سب مل کر اللہ رحیم و کریم کا حکم مانو — وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا پر عمل کرو، اس کی رحمت اور نصرت کے حق دار بن جاؤ۔ فَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ سے باز آ جاؤ۔ اللہ جبّار و قہّار کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا لو۔ اس وقت ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں وہ موت و حیات کی کشمکش کے مترادف ہیں آپس کی دینی فرقہ بندی، سیاسی گروہ بندی، فتنہ و فساد اسلامی جسم میں مہلک امراض کی طرح سرایت کر رہے ہیں۔ اس مرض میں مبتلا ہوئے بارہ سو سال گذر گئے ہیں شاید اس لئے ہم معدوم نہیں ہو سکے کہ ہمارے اسلاف نے ہماری نہاد و بنیاد مضبوط اٹھائی تھی۔ مگر اب ہمارے جسمانی اضمحلال ہماری بے کسی، ہماری بے بسی کی انتہا ہو چکی ہے۔ جب ایک عمل کی انتہا ہوتی ہے تو پھر اس کے ردِ عمل کی ابتدا ہوتی ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ اسلامی دنیا کروٹ بدل رہی ہے۔ مسلمانوں میں اتحاد کا جذبہ بیدار ہو رہا ہے۔ مگر کوئی جمال الدین افغانی آگے نہیں آتے جو قیادت کرے اور ہماری شیرازہ بندی کرے۔ کہیں سے محمد عبدہ پیدا نہیں ہوتا جو مسلم اتحاد کا بیڑا اٹھائے۔ کوئی اقبال پیدا نہیں ہوتا جو یہ کہے ؎

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ است
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب اتحاد اسلام کا کام اسلامی دنیا کے اس خطے سے ہوگا جسے مملکتِ خداداد پاکستان کہتے ہیں۔ پاکستان کے حکمرانوں اور عام مسلمان اسلامی دنیا کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے ہیں۔ جب کبھی اور جہاں کہیں مسلمانوں پر افتاد پڑتی ہے تو اس خطے کے مسلمان تڑپ اٹھتے ہیں اب ہماری کیفیت

کچھ ایسی ہی ہے ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ ہمارا دردِ جگر یقیناً اسلامی دنیا کے درد کا درماں ہوگا۔ ادیبوں کو چاہیئے کہ افسانہ نگاری کی بجائے اتحادِ اسلام کے لئے قلم اٹھائیں اور صلاحیتیں صرف کر دیں۔ شعرا رکرام گل و بلبل، شاہد و مشہود کو چھوڑ چھاڑ کر مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے اپنی مساعی جمیلہ وقف کر دیں۔ علماء کرام اور خطباءِ عظام منبر و محراب سے فرقہ بندی کی نفرت پھیلانا ترک کر دیں اور وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا کو موضوع تقریر و وعظ بنائیں، ذرائع ابلاغ ریڈیو اور ٹی وی کی ہر نشست کا آغاز بسم اللہ کے ساتھ اس طرح ہو "اللہ کا حکم ہے کہ میری رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ" ہر رسالے اور اخبار اور کتاب پر بھی یہ حکم لکھا ہوا ہو۔ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اتحاد اسلام کے لئے سعیٔ بلیغ کرے۔ لہٰذا ملّت کے نوجوان اسلام کے پاسبان، دین کے نگہبان وقت کی پکار پر لبیک کہیں۔ آگے بڑھیں، امّت کی شیرازہ بندی کریں۔ پاکستان کو اسلام کا قلعہ اور اتحاد کا مرکز بنا دیں ؎

کریں گے اہلِ چمن بستیاں نئی آباد
میری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

اسلامی ممالک کے سربراہان مل کر اسلامی اتحاد کی بنیاد رکھیں اقوام متحدہ کی طرز پر اسلامی اتحاد کا ایک مستقل ادارہ قائم کیا جائیگا جس کا رکن ہر مسلم ملک ہو ۔ یورپی برادری اور کمیونسٹ برادری کی طرز پر اسلامی برادری یا اسلامی بلاک قائم ہو جائے، ایک متحدہ اسلامی بنک ہو۔ تمام مسلم ممالک اپنے حصے کی رقم وہاں جمع کرائیں۔ امیر ممالک اپنی فالتو دولت وہاں جمع کرانے کے پابند ہوں۔ اس بنک سے ضرورت مند اسلامی ممالک کو بلاسود اقتصادی امداد دی جائے ہر سال سربراہان دولت مشترکہ اسلامیہ کا اجلاس ہو۔ اپنے افکار و مسائل پیش کئے جائیں۔ تنازعات کو حل کیا جائے نیٹو اور وارسا کی طرز پر میثاق دفاعِ ملّت اسلامیہ ہو۔ تاکہ زندہ رہنے اور عزت سے جینے کا حق حاصل ہو کتاب و سنت پر مبنی ایک نظام عبادت قائم کیا جائے۔ نظامِ عدل، نظامِ زکوٰۃ، نظامِ اقتصادیات اور نظامِ معاشرت میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

مجھے یقین ہے کہ اسلامی اتحاد کے وجود میں آتے ہی ظالم کا ظلم ماند پڑ جائے گا۔ جارح کی جارحیّت رُک جائے گی۔ جابر کا جبر معدوم ہو جائے گا۔ مستبر کا استبداد ختم ہو جائے گا۔ فرعون کی فرعونیت نیل میں غرق ہو جائے گی۔ قارونیت دم توڑ دیگی ہامانیت اپنے جبہ و قبہ کے ساتھ نیست و نابود، دنیا پھر امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گی۔ انسان کی عزت و ناموس، جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔

مسلمانو! بستی بستی، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، قصبے قصبے، شہر شہر اتحاد اسلام کی تبلیغ کرو دینی فرقوں اور سیاسی گروہوں کو اتحاد کی تسبیح میں پرو دو تاکہ اللہ کا ہاتھ ہمارے سر پر ہو۔ اس کی رحمت اور نصرت ہمارے ساتھ ہو۔ متحد ہو کر اپنے دین مبین اور اپنی ملّت کی پاسبانی کرو۔ سدِّ سکندری بن جاؤ تاکہ یاجوج ماجوج کی یلغار اور فتنۂ تاتار رک جائے۔

صحافی کا قلم

مَیں اس وقت آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کی ترجمانی کے لیے میرے پاس جگرؔ مرادآبادی کے اس شعر سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں، وہ کہتے ہیں ؎

کامل رہبر، قاتل، رہزن ✽ دل سا دوست، نہ دل سا دشمن

انہوں نے یہ شعر دل کے متعلق کہا ہے مَیں صحافت کو بھی اس کا صحیح مصداق سمجھتا ہوں۔ آپ کا قلم دو دھاری تلوار ہے۔ جس سے آپ تخریب کا کام بھی لے سکتے ہیں اور تعمیر کا بھی۔

آج ملکوں اور قوموں کی تقدیریں نوکِ قلم سے وابستہ ہو گئی ہیں، قلم کی ایک غلطی اور اس کے غلط استعمال سے اسی طرح ملک کے ملک تاراج اور بستیوں کی بستیاں بے چراغ ہو جاتی ہیں۔ آپ کو اپنے قلم کی طاقت اور اس کے صحیح اور غلط استعمال کے نتائج کا پورا تجربہ ہے۔ پہلے کسی کہنے والے نے کہا تھا ع زیر قدمت ہزار جانست — آج تھوڑی ترمیم کے ساتھ آپ سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ع زیر قلمت ہزار جانست۔

اگر اخبار نویس اپنے قلم کو احتیاط کے ساتھ استعمال نہ کریں ان سے جذبات کے بھڑکانے، نفرت کو بڑھانے اور اشتعال پیدا کرنے کا کام لیں تو ملّی اور اجتماعی مزاج برہم، غیر معتدل، اشتعال پذیر اور غضب ناک ہونا ہے۔ پوری کی پوری قوم اور ملک کی آبادی تنک مزاج، غیر متحمل اور قوتِ برداشت سے محروم ہو جاتی ہے۔ وہ روئی کی طرح ایک منٹ میں آگ پکڑ لیتی ہے۔ اگر صحافت سے شعور کی بیداری، اخلاقی تربیت، حقیقت پسندی اور صبر و ضبط پیدا کرنے کا کام لیا جائے تو قومی مزاج معتدل اور متحمل ہوتا ہے۔ اس کو ہر بات سننے، دیکھنے، غور کرنے اور حقیقت کو سمجھنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور وہ کبھی بے اعتدالی اور بے راہروی کا شکار نہیں ہوتی۔

آپ کے ہاتھ میں جو چیز ہے وہ "کامل رہبر" بھی ہو سکتی ہے اور "قاتل رہزن" بھی ہو سکتی ہے، یہ قلم بعض اوقات قوموں کی عزتوں اور آبروؤں سے کھیلتا ہے اس لیے ہم کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہونا چاہیے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (اردو ایڈیٹرز سے خطاب)

مقامِ شہادت

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد ۔

خدا تعالیٰ کے راستہ میں دین کی خاطر جان کی قربانی دینے والا اپنی چند روزہ زندگی دے کر حیاتِ جاوید حاصل کرلیتا ہے ۔ اسے حق تعالیٰ کا خاص قرب اور بہت اونچا مقام نصیب ہو جاتا ہے ، اور عالم برزخ میں وہ بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور نہایت شاداں و فرحاں رہتا ہے ۔ قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے :

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

اور تم انہیں ، جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں مردے مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا ۔

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے :

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دئے جاتے ہیں ۔

ان دونوں آیات میں شہداء کا مقام بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس سے رزق پاتے ہیں ، ان کو حق تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے ۔ بڑے عالی درجات اور اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتے ہیں ۔ اور بنص حدیث انہیں سبز پرندوں کے خول دئے جائیں گے جن میں وہ اڑ اڑ کر جنتوں کی سیر کریں گے ، اور انہیں اس کے پھلوں باغوں اور نہروں سے منتفع ہونے کی آزادی ہوگی ۔ اور ان کی قرارگاہ وہ سونے اور چاندی کی قندیلیں ہوں گی جو عرش میں آویزاں ہوں گی ۔ اور یہ ارواح طیبہ اپنے برزخی اجسام کے ساتھ ان میں بسیرا کریں گے ۔ مزید اکرام و تنشیط کے لئے ان سے بار بار پوچھا جاتا رہے گا کہ کچھ اور چاہتے ہو ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے ، پھر علماء ، پھر شہداء ۔ ان نصوص قرآنی و نصوص احادیث سے معلوم ہوا کہ شہید کا عہدہ بہت بڑا عہدہ ہے ۔ اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی عہدہ نہیں کرسکتا ۔ یہ ہوا مقامِ شہادت و مقامِ شہید ۔

جہاد

حق و صداقت ، ذاتی حفاظت اور دین کی خاطر اللہ کی راہ میں قتال کرنے اور لڑنے کو "جہاد" کہا جاتا ہے ۔

جہاد مسلمانوں کی عظمت اور دینِ اسلام کی سربلندی و سرفرازی کا ضامن ہے ۔ مسلمانوں میں جب تک جذبۂ جہاد موجود رہا ، تاریخ کے اوراق گواہ ہیں ، وہ دنیا میں کامیاب و کامران رہے ۔ دنیا کے بڑے بڑے سرکش حکمران ان کے نام سے کانپتے تھے ۔ یہ اسی مقدس جذبہ ہی کا اثر تھا کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں جو اس زمانہ کی سب سے بڑی طاقت ور حکومتیں تھیں ان کی تربیت یافتہ بہترین آلات حرب و ضرب سے مسلح بے شمار افواج ، ان کے آزمودہ کار جرنیل ، ان کے بے پناہ وسائل و ذرائع ، ان کا جاہ و جلال ، ان کی سطوت و شوکت ، ان کا رعب و دبدبہ ، غرضیکہ کوئی چیز بھی عرب کے مٹھی بھر ، غیر تربیت یافتہ ، بے سرو سامان شتر بانوں اور چرواہوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی ۔

دنیا ان کے کارناموں پر محوِ حیرت ہے اور بڑے بڑے حکمران انگشت بدنداں ہیں ۔ ان کے انہی شاندار کارناموں سے متاثر ہو کر ایک متعصب ذہنیت رکھنے والا عیسائی مورّخ لکھتا ہے :

"یہ بات ورطۂ حیرت میں ڈالتی ہے کہ چند ایک غریب اور مفلوک الحال مسلمان ایک ایسی مسجد میں بیٹھے ہیں جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی ہے اور جس کا فرش کچا ہے حتیٰ کہ بارش ہو تو چھت ٹپک ٹپک کر نیچے کیچڑ ہو جاتا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو جب سجدہ کرتے ہیں تو پیشانی کیچڑ میں لت پت ہو جاتی ہے مگر یہ لوگ مسجد میں بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں ایران و روم کی سلطنتوں کو تاخت و تاراج کرنے کے اور آتش کدوں کو سرد کر کے خدائے واحد کی توحید قائم کرنے کے ، اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چند ہی سالوں میں یہ ایسا کر دکھاتے ہیں ۔

میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کا قائل تو نہیں ہو سکتا ، مگر یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا بڑا انقلاب کیوں کر آگیا ۔ ۔ ۔ ؟"

عزیز بچو ! ہم مسلمانوں کا بھی یہی کردار ہونا چاہیئے ، جو ہمارے اسلاف کا تھا ۔ یاد رکھو ، آزادی و حریت کی شمع اور حق و صداقت کا چراغ ہمیشہ مجاہدوں کے خون سے روشن ہوتا ہے اور ہمیں یہ خون دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے ۔

اس کے برعکس اگر جذبۂ جہاد ہمارے دلوں سے نکل گیا اور مجاہدانہ تربیت ہم نے ترک کر دی ، جبن اور بزدلی کو اپنی زندگی کا لازمہ قرار دے لیا مغربی تہذیب و تمدن کو اپنے گلے کا ہار بنا لیا غیر مسلموں کی نقالی کو اپنا شیوہ سمجھنے لگے ، اور زبانی طور پر اپنے اسلام کا ڈھنڈھورا پیٹتے رہے تو بخارا اور سپین کے مسلمانوں کے انجام کو پھر نہ بھولیئے ۔

والدین کو او[illegible]اد کیلئے حکم

- آداب سکھاؤ اپنی اولا[illegible] کو جب چھ برس کی ہو جائے ۔
- حکم کرو اپنی اولاد کو نماز [illegible] کا جب سات برس کی ہو جائے ۔
- بچھونا الگ کرو اپنی او[illegible] جب نو برس کی ہو جائے ۔
- نگاہ رکھو اولاد کی حرکا[illegible]ت و سکنات پر جب وہ بارہ برس کی ہو جائے ۔
- نکاح کرو اپنی اولا[illegible]د کا جب سولہ برس کی ہو جائے ۔

فرزند توحید ، کراچی نمبر ۱۶